

اسلامی صنائع لطیفہ اور یورپی صنائع پر ان کا اثر

۱۔ اچھ کرستی

مترجمہ

(جناب سید مبارز الدین صاحب رفعت، لکچر کالج آف آرٹس اینڈ سائنس گلبرگ)

(۴)

دکٹوریہ اور البرٹ عجائب گھر میں چودھویں اور پندرہویں صدی کے مصر کے بنے ہوئے دو کوارٹر محفوظ ہیں۔ ان کوارٹروں کے دتے اتنے چھوٹے ہیں کہ ان کے لئے لکڑی کی جگہ ہاتھی دانت استعمال کرنا ممکن ہو گیا ہے اور اس کی وجہ سے اس میں حیرت انگیز خوبی پیدا ہو گئی ہے۔ ایک کوارٹر کے دتے کندہ کاری میں پھول تپوں جیسے بنائے گئے ہیں اور دوسرے کوارٹر میں یہ دتے ہندسی شکلوں میں کندہ کر کے بنائے گئے ہیں۔ یہ دونوں کوارٹر ویسے ہی چوبی عنبر کی باقیات ہیں جیسا ایک منبر دکٹوریہ اور البرٹ عجائب گھر میں محفوظ ہے۔ اس منبر کو مملوک سلطان قاست بے (۱۴۶۸-۶۹۷) نے قاہرہ کی ایک مسجد میں نصب کر دیا تھا جو انیسویں صدی میں ایک نئے راستے کی تعمیر کے سلسلہ میں توڑ دی گئی تھی۔

مسلمانوں نے مکمل طور پر یا جزوی طور پر ہاتھی دانت کی بہت سی خوبصورت چیزیں بنائی ہیں۔ ہاتھی دانت کو انہوں نے کندہ کاری، منبت کاری یا مرقع کاری سے فرین کیا ہے۔ دسویں صدی میں ہاتھی دانت میں کندہ کاری کا ایک دبستان جس کا مرکز قرطبہ تھا، ایک ایسی طرز کا کام پیش کر رہا تھا جو بڑی پختہ کاری کا مدعی ہے۔ اس دبستان کے کام کے جوہر نے باقی رہ گئے ہیں ان میں ایک استوانہ نما ڈبیہ ہے جسے زمورا (Zamora) کے کلیسا سے لے کر اب میڈرڈ کے عجائب خانہ آثار قدیمہ میں نمائش کے لئے رکھا گیا ہے اس ڈبیہ کے قبة نما ڈھکن کے

اطراف ایک تحریر میں بتایا گیا ہے کہ یہ ۹۶۴ء میں خلیفہ الحاکم ثانی کے لئے بنایا گیا تھا اس کی ملکہ اور شہزادہ عبدالرحمن کی والدہ کو تحفہ دیا گیا۔ اس عہد میں قرطبہ میں سی طرح کی جو چیزیں تیار ہوتی تھیں، ان کے نفیس ترین نمونے وہ ہیں جو سرتاپا گل کاری، طاؤسوں اور دوسرے پرندوں اور حیوانات کی شکلوں سے چٹے ہوئے ہیں۔ دوسرے نمونے جو اس وقت لندن، پیرس اور دوسرے مقامات پر ہیں، اگرچہ وضع و قطع اور کاری گری کے لحاظ سے ایک جیسے ہیں لیکن ان کی تزئین دوسرے ڈھنگ سے کی گئی ہے، ان میں ایک دوسرے سے مس کرتے ہوئے دائرے کندہ کئے گئے ہیں اور ان دائروں کے اندر حیوانی شکلیں بنائی گئی ہیں۔ ایسا ہی ایک اور درجہ ہے جو اس وقت یامیلونا کے کلیسا میں رکھا ہوا ہے۔ اس مستطیل درجہ پر دائروں کے اندر حیوانی شکلیں کندہ کی گئی ہیں۔ یہ درجہ کئی صناعتوں کی کاری گری کا اعجاز ہے۔ ان میں سے خیر اور عید و صناعتوں کے نام ان دلوں پر لکھے جاسکتے ہیں جو کفوں نے بنائے ہیں۔ یہ درجہ سنہ ۱۸۰۰ء میں کسی درباری امیر کے لئے بنایا گیا تھا جس کا نام اور انقلاب نمایاں طور پر اس کے ڈھکن پر کندہ دکھائی دیتے ہیں۔

ہاتھی دانت کے کام کی ایک طرز وہ ہے جس کا ایک نمونہ برٹش میوزیم میں محفوظ ہے۔ یہ ایک گول ڈبیا ہے اس کے چپے ڈھکن اور جسم پر جالی دار ہندسی شکلیں بنی ہوئی ہیں۔ یہ دنیا اس کام کی نمائندگی کرتی ہے جس کے بارے میں خیال ہے کہ یہ چودھویں صدی کے قریب قاہرہ میں فروغ پا رہا تھا۔ تیرہویں صدی کے ہاتھی دانت کے کام کی ایک اور طرز کو مبہم طور پر (Sinc) (Analnic) کا نام دیا گیا ہے یہ ہاتھی دانت کے بے نقش استوانہ نما اور مستطیل ڈبے ہیں اور ان پر رنگین اور طلا، کار تصویریں اتاری گئی ہیں۔ ان کے اوپر گانتھ دار جھار بنی ہوئی ہے۔ تصویروں میں انسانی صورتیں، چرندوں اور پرندوں کی شکلیں اور پھولوں اور پیڑوں کے نقش و نگار دکھائی دیتے ہیں ان تصویروں کی طرز وہی ہے جو با تصویر فلمی کتابوں کی تصویروں کی طرز ہے۔ اس طرح کے کام کے ایک نمونے پر ایک شکاری سوار کی تصویر بنی ہوئی ہے اور ایک چیتا سوار کے پیچھے بیٹھا ہوا ہے۔

مرصع، جالی دار اور کندہ کاری سے مزین ہاتھی دانت کے درجہ ہیرے جو اہرات رکھنے کے لئے استعمال کئے جاتے تھے۔ ان پر جو تحریریں ملتی ہیں ان سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ یہ اکثر تحفہ کے طور پر دینے کے لئے تیار کئے جاتے تھے۔ اس کے قدیم ترین نمونے اسلامی آرٹ کے آغاز کی بیش قیمت یادگار ہیں۔ ان میں سے بہت سے نمونے حیرت انگیز طور پر مکمل حالت میں ہم تک پہنچے ہیں۔ لیکن بعض نمونوں پر رنگ کے جو نشان اب بھی دکھائی دیتے ہیں، ان سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ کندہ کار درجہ اولیٰ اصل حالت میں رنگین اور طلائی کام سے مزین کئے گئے تھے بعض درجہ اولیٰ کے دھاتی قلابے اور زمامدے اب بھی باقی ہیں اور یہ خود بھی دھاتی صناعی کی ایک نئی شاخ کے دلچسپ نمونے ہیں۔

کندہ کاری میں مسلمانوں کی ہمارے کا آخری شاندار نمونہ ایک نہایت درجہ خوبصورت بلوری صراحی ہے جو خزانہ سنڈ مارک ڈینس میں محفوظ ہے۔ یہ شاندار نمونہ تاریخی حیثیت سے بھی بہت اہم ہے کیوں کہ اس پر مصر کے دوسرے فاطمی خلیفہ الخضر کا نام کندہ ہے۔ یہ ان بلوری صراحیوں میں سے ایک صراحی ہوگی جن کا ذکر المقریزی نے خزانوں کی اس فہرست میں کیا ہے جو سنہ ۶۷۱ھ میں منتشر ہو گئے۔ ان صراحیوں پر بھی اسی خلیفہ کا نام کندہ تھا۔ صناعی اور ڈزائن کے لحاظ سے یہ صراحی اس دور کی شایان شان یادگار ہے جو اسلامی آرٹ کے لحاظ سے ایک عہد آفریں دور مانا جاتا ہے ہمارے روزانہ استعمال کی وہ چیزیں جو اپنے مسالے، تکنیک اور ڈزائن کے لحاظ سے کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کی مہیونِ منت ہیں، ان میں چھپی ہوئی کتابیں غالباً سب سے زیادہ وسیع پیمانے پر مستعمل ہیں۔ اگرچہ پہلی نظر میں مشرق سے ان کا تعلق بعید نظر آئے گا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ عصر حاضر کی کتاب سازی نے قرونِ وسطیٰ کے مسلمانوں کی ہمارے آج کی کاریگری سے بہت کچھ سیکھا ہے یہ تو ماضی قریب ہی کی بات ہے کہ اسلامی ادب مشینی طریقوں سے پیش کیا جانے لگا، جو یا تو ٹائپ میں یا پھر لیتھو میں ہوتا ہے۔ لیتھو کے طریقے کو زیادہ پسند کیا جاتا ہے کیوں کہ اس میں تمام صناعات کے سرتاج یعنی خطاط کا اصل کام محفوظ رہتا ہے۔ اگرچہ اسلامی ملکوں میں اشاعت سے بہت پہلے

یورپ میں طباعت کا فن مکمل ہو چکا تھا، لیکن اس کے اہم ترین نہ سہی، ایک نہایت اہم مسالے کے لئے ہم مشرق ہی کے رہن منت ہیں۔ کاغذ ایک قدیم چینی ایجاد ہے۔ اس سے مسلمان اس وقت واقف ہوئے جب انھوں نے ۱۲۷۱ء میں سمرقند کو فتح کر لیا اور چینی صناعتوں سے کاغذ سازی کا فن سیکھ لیا۔ پھر کاغذ کا استعمال مسلمانوں کے ذریعہ یورپ میں عام ہوا۔ کاغذ پر لکھے ہوئے بہت سے عربی مخطوطات نویں صدی کے مکتوبہ ہیں۔ لیکن بارہویں صدی تک اصرانی دنیا میں کاغذ درآمد نہ ہوا تھا اور تیرہویں صدی میں بھی اس کا استعمال بہت محدود تھا۔ یورپ میں کاغذ کے اولین کارخانے مسلمانوں نے اندلس اور صقلیہ میں قائم کئے تھے جہاں سے یہ صنعت اطالیہ میں پھیل گئی۔

پندرہویں صدی میں مشینوں کے ذریعہ جب کتاب سازی تجارت کی چیز بن گئی تو مشین سے تیار کی ہوئی کتابوں کے لئے کاغذ ایک اہم مسالہ بن گیا جس کے بغیر طباعت کو وہ ترقی حاصل نہ ہوتی جو اسے کاغذ کے ذریعہ حاصل ہو گئی۔ یہ صرف کاغذ ہی نہیں جس کے لئے عہد حاضر کے ناشر مسلمانوں کے رہن منت ہیں۔ چودھویں صدی کے دوران میں جب دہلی، آرتھ میں مسلمانوں کے مختلف فیشنوں کو نہایت سرگرمی کے ساتھ جذب کر کے باہران کی اشاعت کر رہا تھا، اطالیہ میں بنی ہوئی کتابوں کی جلدوں نے بالکل مشرقی ڈھنگ اختیار کر لیا۔ اس عہد میں بعض جلدوں نے وہ خصوصیت بھی اختیار کر لی جو مسلمانوں کی بنائی ہوئی جلدوں میں عام طور پر پائی جاتی ہے۔ یہ وہ زبان یا "لسان" ہے جو کتاب کے لکے حصے کے کونوں کو محفوظ رکھنے کے لئے لگائی جاتی ہے۔ یہ خصوصیت اب بھی کھاتوں کی بعض کتابوں میں باقی چلی آرہی ہے جیسی کہ ہمارے بنکرؤں کے "پاس بک" (Pass book) ہیں اور زبان حال سے اپنے مشرقی الاصل ہونے کی داستان سنارہیں، ایک اور ایجاد جس نے مسلمانوں کے کام کا اثر قبول کیا، وہ چرمی جلدوں کی ایک نئے ڈھنگ سے تزئین ہے۔ قرون وسطیٰ میں یورپی جلد سازوں نے اکثر چرمی جلدوں کو دھاتی ٹھیکوں کی چھاپ لگا کر مزین کیا ہے۔ جیسے جیسے یہ نقوش بڑے اور ڈرامائی کے لحاظ سے پیچیدہ ہوتے گئے، اس طریقہ نے اور بھی بڑا اثر ان اختیار کرنا شروع کیا۔ جلد کی سطح پر نہایت ہوش

مندی کے ساتھ بنائے ہوئے ٹکڑے آپس میں مل کر نہایت دل کش نقشہ بناتے تھے اور ان کے ساتھ عام طور پر حاشیہ استعمال کئے جانے لگے۔ ٹھپے کے ذریعہ جو نقش بنائے جاتے تھے وہ ابھروا کام ہی میں ہوتے تھے، یہاں تک کہ مشرقی صناعتوں نے دبے ہوئے حصوں میں سنہرا و غن استعمال کرنا شروع کیا۔ اس طریقے سے دینس میں بسے ہوئے مسلمان جلد سازوں نے یورپ کو روشناس کرایا۔ پندرھویں صدی میں اس طریقے کی جگہ ایک اور طریقے نے لے لی۔ اس میں سونے کے ورق استعمال کرتے ہوئے گرم کئے ہوئے اذرا کی دوبارہ چھاپ لگا کر دبے ہوئے حصوں میں سونا مڑھ دیا جاتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نیا طریقہ سب سے پہلے قرطبہ میں ایجاد ہوا تھا۔ سولھویں صدی میں مسلمان اور نصرانی جلد سازوں کی کثرت سے اس طریقے سے کام لے رہے تھے۔ اس کے ساتھ ہی قدیم مشرقی طلاکاری کا طریقہ بھی پوری طرح ترک نہیں ہوا تھا۔

مشرقی طریقے کی طلاکاری کے ذریعہ جو دل کش نقش و نگار بنائے جاتے تھے اس کی ایک بہترین مثال چمڑے کی ایک جلد ہے جو وکٹوریہ اور البرٹ عجائب گھر میں محفوظ ہے۔ یہ چرمی جلد چودھویں صدی کے آخر یا پندرھویں صدی کے ابتدائی زمانے کی بنی ہوئی ہے اور قاہرہ میں تیار کی گئی ہے۔ یہ جلد چند معمولی ٹھپوں کے ذریعہ نہایت صبر کے ساتھ بے شمار نقش بنا کر ایک واضح اور نازک ڈزائن بنانے کا اعجاز ہے۔ وکٹوریہ اور البرٹ عجائب گھر میں یونان کی بنی ہوئی سولھویں صدی کی ایک چرمی جلد محفوظ ہے مشرقی جلد سازوں نے تین کے جو دوسرے طریقے اختیار کئے تھے یہ جلد ان پر بخوبی روشنی ڈالتی ہے۔ یہ طریقے سترھویں صدی سے بھی پہلے کے ہیں اور نمونہ بھی سترھویں صدی سے پہلے کا ہے۔ گلابی رنگ کی اس چرمی جلد کے وسط میں ٹھپے کے ذریعہ ایک نقش بنایا گیا ہے اور اس پر طلاکاری کی گئی ہے۔ اس کے اوپر نیچے اور اس کے ہر گوشے میں، دوسرے خوبصورت نقش ہیں جو جلد کی سطح سے نیچے کھود کر بنائے گئے ہیں اور انھیں مہین سفید چمڑے کی جھال سے مزین کر کے سیاہ زمین میں چسپاں کر دیا گیا ہے۔ جلد پر رسمی قسم کا میدان بنا کر اس میں پیروں اور چاندوں اور پرندوں کی شکلیں اُتاری گئی ہیں۔ ان حیوانوں میں مشرق بعید کا اثر دھابھی موجود ہے یہ سب

تصویریں سادی زمین دے کر سونے سے بنائی گئی ہیں۔ وکٹوریہ اور البرٹ عجائب گھر میں ونیس کی بنی ہوئی ایک جلد محفوظ ہے جس پر ۱۵۷۷ء کی تاریخ درج ہے۔ اس جلد پر بھی دبے ہوئے نقش بنائے گئے ہیں اور اس پر تصویریں بنائی گئی ہیں۔ صاف طور پر محسوس ہوتا ہے کہ یہ ایرانی کام کی نقل ہے اور ایک مصری چرمی جلد کا ذکر آچکا ہے۔ اس چرمی جلد پر ایک مرکزی بیضوی حلقہ بنا ہوا ہے اور اسی بیضوی حلقے کا ایک چوتھائی حصہ ہر گوشے پر بنایا گیا ہے۔ مذکورہ ایرانی جلد پر بھی ترمین کاری کی یہی اسکیم ملتی ہے اور جیسا کہ ہم دیکھ آئے ہیں۔ بہت سی صنعتوں میں اس طرح کا نقشہ مشترک ہے۔ ایسا ہی ڈزائین جس میں مرکزی اور گوشوں کے نقوش ہیں، ونیس کی بنی ہوئی ایک جلد پر دکھائی دیتا ہے۔ یہ جلد وکٹوریہ اور البرٹ عجائب گھر میں محفوظ ہے اور اس پر ۱۵۷۷ء کی تاریخ درج ہے۔ اس پر جو طلائی کام کیا گیا ہے وہ اسلامی کام کے اثر کی صاف غمازی کر رہا ہے۔ اسی عجائب گھر میں بعد کے زمانے کی جرمنی کی بنی ہوئی ایک جلد محفوظ ہے اس پر بھی اسی قسم کی ترمین کاری نظر آتی ہے، البتہ اس عہد کے یورپی مذاق کے مطابق اس کی تفصیلات میں کچھ کمی بیشی کر دی گئی ہے یہ چاروں جلدیں پوری طرح سے اس فنی عمل کے ارتقاء کی نشان دہی کرتی ہیں جس نے اسلامی ملکوں میں جنم لیا اور یورپی کارخانوں میں راہ پا گیا۔ یہ فنی عمل تقوڑے بہت رد و بدل کے ساتھ ڈزائین کی اسکیمیں اور ترمینی عناصر لیتا آیا اور اس نے عصر حاضر کے فن جلد سازی میں مضبوطی کے ساتھ اپنے قدم جمائے۔ نقشیں چرمی جلدوں پر سیدھی اور آڑی لکیریں اور حروف جس طرح پوری دنیا میں بنائے جاتے ہیں، ان کے بنانے کے ذرائع کو مسلمان صنعتوں ہی نے مکمل کیا تھا اور جب انیسویں صدی میں مشینوں کے ذریعہ بنی ہوئی جلدیں قدیم دستکاری کی جگہ لینے لگیں تو خینیوں کی بنی ہوئی جلدوں کے بنانے کے طریقوں میں بھی بڑی حد تک اسلامی ملکوں سے حاصل کئے ہوئے طریقوں سے کام لیا گیا۔ اٹھارویں صدی کے دوران میں یورپی کارخانوں میں کتابوں کی جو جلدیں بنی ہیں، ان کے سرورق، خاتمے کے اوراق، اور اوراق کے کناروں پر جو ”مرمریں“ نقوش عام طور پر نظر آتے ہیں، وہ سب کے سب راست مشرقی ماخذوں سے لئے گئے ہیں۔ ایسے نقوش کے دل کش نمونے

کاغذ کی ایسی پٹیوں پر پائے جاتے ہیں جو مسلمان مصوروں کی بنائی ہوئی تصویروں اور خطاطی کے نمونوں کے اطراف حاشیوں کے طور پر سولہویں صدی میں نوادرات کا ذوق رکھنے والوں کے لئے لگائے گئے ہیں۔ ان کا اعلیٰ ذوق اس امر کا متقاضی تھا کہ ان کے نوادرات کا جو حاشیہ بنایا جائے وہ نہایت درجہ خوبصورت اور دلکش ہو۔ لیکن کے عہد میں انگلستان ”مرمریں کاغذ“ (Marbled paper) سے واقف تھا۔ لیکن نے لکھا ہے: ”ترکوں کو کاغذ کے مرمریں بنانے کا فن خوب آتا ہے جو ہمارے یہاں مروج نہیں۔ یہ لوگ مختلف رنگین لیتے ہیں اور ان کو قطرہ قطرہ کر کے پانی میں ڈالتے ہیں۔ پھر پانی کو آہستہ آہستہ ہلاتے ہیں اور اپنے کاغذ کو جو کافی دبیز ہوتا ہے اس میں ڈبو تے ہیں۔ اس طرح سے کاغذ پر مرمریار خام کی طرح دھاریاں اور لہریں پیدا ہو جاتی ہیں۔“

سولہویں صدی کے آخر میں جو جلدیں مغرب میں بنی ہیں ان کے ابتدائی اور آخری اوراق مشرق سے لائے گئے تھے۔ اس کے ایک سو سال بعد جا کر کہیں یورپی جلد سازوں نے خود ہی یہ کاغذ تیار کرنے شروع کئے ہیں ہاتھ کے بنے ہوئے مرمریں کاغذ اب شاذ و نادر ہی استعمال ہوتے ہیں، لیکن اس کی کم و بیش بھونڈی اور بھدی نقلیں اب بھی مختلف اغراض کے لئے استعمال کی جاتی ہیں۔

ایک ہزار سال سے بھی زیادہ عرصے تک اسلامی آرٹ کو یورپ ایک حیرت انگیز چیز کی حیثیت سے دیکھتا آیا ہے۔ اول اول اس لئے کہ اسلامی آرٹ کا بہت قریبی تعلق ان ملکوں سے تھا جو نصرائیت کی میراث سمجھے جاتے تھے۔ لیکن بعد میں تحیر اس لئے رہا کہ خود اس آرٹ میں غیر معمولی حسن و خوبی اور لربائی تھی۔ اس آرٹ کی بہت سی بیش قیمت پیداواریں محض قرونِ وسطیٰ کی دین داری کی وجہ سے سلامت رہ گئیں۔ ان میں سے بہت سی چیزیں صدیوں تک عیسائیوں میں محفوظ رہیں۔ ایک درجہ جو کبھی کسی خلیفہ کے جواہر داں کا کام دیتا تھا، کلیسا میں مقدس باقیات کے رکھنے کا ڈبّا بن گیا۔ ہو سکتا ہے کہ یہ باقیات کسی مسلمان انیر کی خلعت سے کاٹ کر حاصل کئے ہوئے نفیس ریشم میں لپیٹ کر اس درجہ میں رکھ کر ارض مقدس سے

لائی گئی ہوں۔ جس حیرت کی نظر سے یہ چیزیں دیکھی جاتی تھیں اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر بنی معنی عجیب شکلوں درپر اسرار تحریروں کو معنی پہنائے جانے لگے۔ کبھی تو انھیں طلسمات سمجھا جاتا تھا اور اس رسم خط کو حضرت سلیمان سے منسوب کیا جاتا تھا اور کبھی انھیں کے عہد کا مانا جاتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ قدردن وسطیٰ میں آثارِ قدیمہ کا فن داستان طرازی کے سوا کچھ نہ تھا۔ یہ تو پچھلی صدی کی بات ہے کہ تحقیق کی ٹھنڈی روشنی میں ان روایات پر شک و شبہ کے اظہار کی جسارت ہونے لگی جو بعض نوادرات کے ساتھ وابستہ تھیں۔ کسی کے ساتھ یہ شاندار روایت وابستہ تھی کہ اسے ہارون الرشید نے بطور تحفہ شاعر لہمین کو بھیجا تھا، اور کسی کے ساتھ یہ روایت منسوب تھی کہ اسے سینٹ لوی نے مشرق میں حاصل کیا تھا۔ اب چاہے ایسی باتوں سے جھوٹے افتخار کے ساتھ ان چیزوں کی نمود و نمائش ہوتی ہو یا نہ ہو، ان کا شکوہ اصلی و حقیقی چیز تھی۔ یہ وہ شاہکار تھے جنہیں ہر صنّاعِ عزت و احترام کی نظر سے دیکھتا تھا کہ یہ چیزیں ہمیشہ ان لوگوں کے لئے فیضان کا منبع بنی رہیں جنہوں نے مغرب میں نظر انداز کردہ صنعتوں کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔

نصرانیوں اور مسلمانوں کے درمیان ربط و ضبط صلیبی لڑائیوں سے بہت پہلے قائم ہو چکا تھا۔ اندلس میں اسلام نے یورپ کی مغربی سرحدوں پر اپنے قدم مضبوطی سے جمائے تھے اور یہاں سے وہ نصرانی ثقافت پر اپنے گہرے اثرات مرتب کر رہا تھا۔ صقلیہ میں دونوں ادیان کی برابر برابری حکومت تھی اور شمالی آفریقہ پر تمام تر سلام ہی کا پرچم لہرا رہا تھا اور ادھر مسلمانوں کے جہاز بحیرہ روم کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک چکر کاٹ رہے تھے۔

صلیبی لڑائیوں کے ساتھ ایک نئے عہد کا آغاز ہوا۔ نیم انسانی شان و شکوہ جو روایتاً مسلمانوں سے منسوب کیا جاتا تھا، متحیر نصرانی دنیا کے آگے حقیقت بن کر آیا۔ یورپ کے ہر حصے سے اکٹھے ہونے والے انبوه کا ایک بیک ایک ایسے سماجی نظام سے قریبی تعلق قائم ہو گیا جو اس گروہ میں شامل لوگوں کے محدود تجربات کی حدود سے کہیں زیادہ وسیع تھا۔ زندگی کے ہر شعبہ میں جو عصری تر قیاں رونما ہو رہی تھیں ان پر اس نئے ربط کے اثرات بہت جلد واضح ہو گئے۔ اور فنون

لطیفہ میں تو یہ اثرات بہت ہی دور رس ثابت ہوئے، جیسے جیسے وقت گزرتا گیا اٹالوی تاجروں نے راست شامی بندرگاہوں سے آمد و رفت کا سلسلہ قائم کر لیا۔ مشرق سے تجارت باضابطہ اور باقاعدہ بن گئی اور اسلامی ملکوں کے کارخانوں کی بنی ہوئی ہر قسم کی نادر چیزیں یورپی منڈیوں میں درآمد ہونے لگیں۔ ان درآمدات نے نئی ضرورتوں کو پورا کیا، اور یہ جہاں کہیں بھی گئیں ان کی نقل کی جانے لگی۔ ان کی وجہ سے یا تو فوراً ہی یا مستقبل میں پایہ تکمیل کو پہنچنے والے طریقوں کے ذریعہ ترقیوں کی شاہراہیں کھل گئیں۔

اس نازک دور میں جب کہ مغرب قرون وسطیٰ کے حالات سے باہر نکل رہا تھا، دینی جوش کی اکسائی اور پالی ہوئی قوتوں نے عمل کا ایک اور روپ دھارا اور تمام تر تجارتی سرگرمیوں کو اپنا مرکز بنالیا۔ پندرہویں صدی میں یورپی صنایع نشاۃ ثانیہ کے جزو لازم نظر فریبہ در پڑ شکوہ صنایع لطیفہ کی کامیابی سے مجبور ہو کر مشرق کی طرف ایک نئی دلچسپی سے دیکھنے لگے۔ مسلمان صنایع کے طریقوں کے گہرے مطالعے سے متاثر ہو کر انھوں نے اپنے فنی عمل کا دوبارہ جائزہ لیا اور اس میں وسعت پیدا کی اور ان عناصر کو اپنے فنی عمل میں ان ترقیاتی عوامل کے ساتھ جذب کر لیا جو اس راستے سے اس میں داخل ہو گئے تھے۔ یورپی صنایعوں نے مسلمان صنایعوں کے ڈرامین کے قاعدوں کا جائزہ لیا، اور ایک نئے جذبے کے ساتھ ایسی صنعتوں میں انھیں استعمال کرنا شروع کیا جو اصل کے لحاظ سے خالص یورپی تھیں۔ معمولی قسم کے صنایعوں ہی نے نہیں بلکہ لیونارڈو دا ونچی جیسی نامور ہستیوں نے مشرقی نقوش پر تجربے کئے ہیں۔ لیونارڈو دا ونچی کی ایک یادداشت میں ایسا ہی ایک ترقیاتی نقشہ ملتا ہے جو اس طرح کے مطالعات سے اس کی دلچسپی کی شہادت دے رہا ہے۔

یہ ایجادیں ہمیشہ راست مشاہدے کا نتیجہ نہ ہوتی تھیں کیوں کہ سولہویں صدی ہی میں مصفا کے پھیلانے کا ایک نیا طریقہ عالم وجود میں آچکا تھا۔ یہ چھاپے کی مشینوں کی فوری پیداوار "نقشوں کی کتاب" تھی۔ ہونوں کے ایسے مجموعوں کے ذریعہ ایک نئی طرز میں ماہر نمونہ کاروں کی تحقیقات تک ایسے لوگوں کی رسائی ہوئی جن کی اصلی ماخذوں تک پہنچ مشکل تھی۔ ایسی ہی انتہائی دلچسپ

نقشوں کی کتابوں میں ایک نادر کتاب فرانسسکو دی پٹی گری نو کی مرتب کردہ ایک جلد ہے اس کتاب میں جتنی مثالیں دی گئی ہیں وہ سب کی سب اسلامی نمونوں سے لی گئی ہیں۔ اس کتاب سے اور اس کی ہم عصر سی قسم کی نقشوں کی کتابوں سے (مثلاً پیٹر فلوتسز، ورمل سولس، مارٹی نس پیٹرس وغیرہ کی مرتب کی ہوئی کتابیں) ہالبین (Holl & Beirn) کے ڈرائیمنوں کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔ ہالبین نے چاندی کا کام کرنے والوں اور دوسرے صناعتوں کے لئے جو نقشے تیار کئے ہیں، ان میں اسلامی اثر ایک بدیع طرز میں ڈھل گیا ہے۔

سترھویں اور اٹھارویں صدی میں ولندیزی اور انگریزی تاجرانہ سرگرمیاں شرق الہند میں واسکوڈی گاما کی مہمات کے نتائج سے فیض یاب ہونے لگیں۔ پھر تو راست مشرق سے تجارت کا ایک روز افزوں دھارا ہی بہنے لگا اور اس تجارت نے روزمرہ زندگی سے متعلق صنوعات کو گہرے طور پر متاثر کرنا شروع کیا جنہوں نے عصر حاضر کی صنعتی ترقیوں کے لئے راستہ صاف کر دیا۔ ایشیا کے اسلامی ملکوں سے بظاہر غیر مسلم بہت سی چیزیں درآمدی ہوتی تھیں جو ضروریات زندگی میں داخل ہو گئی تھیں۔ ان چیزوں کو یورپ میں نہ صرف پسند کیا جانے لگا بلکہ یہی چیزیں پوری متمدن دنیا میں پھیل گئیں۔ باربردار جہازوں کے ذریعہ درآمد ہونے والے سوتی کپڑوں اور دل کش رنگارنگی نقوش چھپے ہوئے چمینیوں نے پارچہ بانی کی صنعت کو ایک نئی جان بخشی۔ پیرس میں ترقی کر کے اسی صنعت نے 'Periamey' کا لقب پایا۔ اسی صنعت نے ملکہ رین کے عہد میں خواتین کے ملبوسات کے لئے خوبصورت پارچہ ہبیا کیا اور اسی صنعت نے بعد میں ماسچر کے لئے کثیر دولت فراہم کی۔ نئی نئی مثالیں، جیسا کہ خود ان کے ناموں سے ظاہر ہے، ایران سے آتی تھیں۔ بعض خاص قسم کے چائے دان اور قہوہ دان جو غالباً مغل صراحیوں کی نقل لے فلارنٹائن کا ایک مصور اور مجسمہ ساز جس نے فرانسس اول کے لئے جو فرانس میں فرانسسکو پلے گراں کے نام سے مشہور ہے، فادینٹن بلو کی زمین میں حصہ لیا تھا۔ اس کی کتاب پر ۱۵۳۰ء کا سن درج ہے۔ اس کتاب کا ایک عکسی اڈیشن اپنے مقدمے کے ساتھ گستان میگنان نے ۱۵۹۰ء میں پیرس سے شائع کیا تھا۔

ہوتے تھے، نو دولت تاجر (نواب) ہندوستان سے لے کر آتے تھے اور عام طور پر ملکہ وکٹوریہ کے عہد تک ناشتے کے دسترخوان کی زینت بنے رہتے تھے اور تھوڑے بہت رد و بدل کے ساتھ یہ چائے دان اور قہوہ دان آج بھی مستعمل ہیں۔

اسلام کی ابتداء ہی سے مغربی زہد و تقویٰ، علم و فضل، صنعت و تجارت اور ندرت پسندی ہر ایک کو مسلمانوں کی قدرت و مہارت سے اس کے مذاق کے مطابق کچھ نہ کچھ ضرور ملا ہے۔ لیکن مغرب کے استادان فن نے اپنی فنی مہارت اور حسن کاری کے لئے بار بار ایک ایسے خزانے سے فیض اٹھا کر یورپی عنائے لطیفہ میں جان ڈال دی جو ہم اہل مغرب کے لئے ایک حادثہ سے زیادہ دائمی وظیفہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان استادان فن میں ادنیٰ رکھیں رومی بھی ہے جس نے ۱۲۸۶ء میں درویش منسٹریہ کے آخری مشرقی حصہ (پارٹیکولر) کے مہنت کا مہر میں فرش پر اسلامی نقشے بنائے، اور ولیم مورس بھی جس نے ایسا ہی نقشہ ۱۸۸۷ء میں اپنے مخملیں قالین پر کاڑھا ہے۔ ان استادوں کے درمیان اور ان کے بعد کتنے ہی استاد ملیں گے جو اس خزانے سے لگاتار فیض یاب ہوتے آئے ہیں۔

تاریخ ملت کا گیارہواں حصہ

سلاطین ہند

جلد دوم

اس جلد میں سلاطین کشمیر، شاہان گجرات، سلاطین بہمنیہ، عماد شاہی، قطب شاہی عادل شاہی وغیرہ مملکتوں کے ساتھ شاہان مغلیہ، ظہیر الدین بابر سے لے کر بہادر شاہ ثانی کے زمانے تک کے حالات بیان کئے گئے ہیں، تاریخ ملت کا یہ سلسلہ جامعیت اور اختصار کے ساتھ استناد و اعتبار کے لحاظ سے بہترین سمجھا گیا ہے، کتاب کی یہ جلد ابھی بھی پریس سے آئی ہے۔

قیمت غیر مجلد تین روپے آٹھ آنے
مجلد تین روپے بارہ آنے۔